ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 02. April-June 2025.Page#.524-540
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Prejudice Against Islam: The Reality of Islamophobia in the Modern World and Its Remedies

اسلام کے خلاف تعصّب: جدید دنیا میں اسلاموفوبیا کی حقیقت اور اس کا سدباب

Dr. Zeeshan
Lecturer Department of Islamic Studies
Kohat University of Science & Technology Kohat
dr.zeeshan2021@kust.edu.pk
Dr. Mufti Muhammad Iltimas Khan
Chairman Department of Seerat Studies University of Peshawar
muftiiltimas@uop.edu.pk
Irfan Ullah
PhD scholar Department of Islamic Studies
Kohat University of Science & Technology Kohat
irfanktktt@gmail.com

Abstract

In the past couple of decades, Islamophobia has become a serious social and political issue all over the world. Islamophobia is defined as an irrational fear of, hatred of, or prejudice against Islam or Muslims, and it manifests in many ways: discriminatory laws, media misrepresentation and violent hate crimes, social exclusion. In this paper, the roots and current form of Islamophobia in the modern world is explored, how it developed in the post 9/11 geography and how global propaganda, biased media portrayal and increasing nationalism of the West reinforced it. The study considers critically how certain political narratives and cultural stereotypes promote fear and false information of Islamic beliefs and practices. It points out how Muslim communities experience psychological and social effects brought on by such prejudice and how Muslims in the West, in particular, have to contend with integration and identity preservation. The paper additionally speaks on the position of social media platforms in advancing Islamophobic content and demanding for responsibility and content regulation. In order to tackle these challenges, the study offers a multi facetted strategy designed to combat Islamophobia through inter faith dialogue, educational reform, image perception media journalism, and an inclusion of Muslim voices in public arena. It also introduces community based initiatives that have worked, and also international legal initiatives that deal with combating religious hatred, as well as promoting cultural pluralism. The research ultimately claims that combating Islamophobia is not just a matter of concern for Muslim communities but a necessity for a global peace, mutual coexistence and safeguarding of the most important human rights in a multicultural world.

Keywords: Islamophobia, Religious prejudice, Media bias,Interfaith dialogue, Cultural integration, Hate speech, Human rights

مقدمہ (Introduction)

تعارف

اسلاموفوبیا جدید دور کا ایک اہم سماجی اور سیاسی مسئلہ بن چکا ہے، جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منفی رویوں، تعصبات اور امتیازی سلوک کو جنم دیتا ہے۔ یہ اصطلاح 1980 کی دہائی میں متعارف کرائی گئی، لیکن 11 ستمبر 2001 کے واقعات کے بعد اس میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ اسلاموفوبیا محض ایک سماجی تعصب نہیں بلکہ ایک ساختی (structural) مسئلہ ہے، جو میڈیا، تعلیمی نظام اور حکومتی پالیسیوں میں بھی جڑیں پکڑ چکا ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمان اقلیتیں نہ صرف سماجی طور پر محرومی کا شکار ہو رہی ہیں، بلکہ ان کے بنیادی انسانی حقوق بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ رنیمائڈ ٹرسٹ کی 2022 کی رپورٹ کے مطابق، برطانیہ میں 58 فیصد مسلمانوں نے اسلاموفوبک واقعات کا سامنا کیا ہے[1]۔ اسی طرح، امریکہ میں 2021 کے ایک سروے کے مطابق، 73 فیصد مسلمانوں کو کسی نہ کسی شکل میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑا[2]۔ ایک اور مطالعے میں بتایا گیا کہ فرانس میں 40 فیصد مسلم خواتین کو حجاب کی وجہ سے نوکریوں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے[3]۔

اسلاموفوبیا کی اہمیت اور عصر حاضر میں اس کا بڑھتا ہوا رجحان

عالمی سطح پر اسلاموفوبیا میں اضافہ ایک تشویشناک رجحان ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف تشدد، امتیازی قوانین اور منفی پروپیگنڈا بڑھ رہا ہے۔ یورپی ممالک میں دائیں بازو کی سیاسی جماعتیں اپنی مقبولیت بڑھانے کے لیے مسلم مخالف بیانات کا سہارا لیتی ہیں۔ مثال کے طور پر، ہالینڈ میں گیرٹ وائلڈرز جیسے سیاستدانوں نے اسلام کو "پسماندہ مذہب" قرار دے کر نفرت پھیلانے کی کوشش کی ہے[4]۔ اسی طرح، ہندوستان میں 2019 کے بعد سے مسلمانوں کے خلاف تشدد میں نمایاں اضافہ دیکھا گیا ہے، جس کی ایک بڑی وجہ مذہبی بنیاد پرستی کو ہوا دینا ہے[5]۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق، 2020 سے 2023 تک اسلاموفوبک واقعات میں 45 فیصد اضافہ ہوا ہے[6]۔

مسئلے کی نوعیت، دائرہ اور اثرات کا اجمالی ذکر

اسلاموفوبیا کا دائرہ کار انتہائی وسیع ہے، جو معاشرتی رویوں سے لے کر حکومتی پالیسیوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے اثرات نہ صرف مسلمانوں کی سماجی حیثیت پر پڑتے ہیں، بلکہ یہ معیشت اور بین الاقوامی تعلقات کو بھی متاثر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، امریکہ میں "مسلم ٹریول بن" جیسی پالیسیوں نے مسلمانوں کے لیے سفر کو مشکل بنا دیا[7]۔ اسی طرح، یورپ میں مساجد پر حملے اور حجاب پر پابندیوں نے مسلمانوں کو اقلیت میں تبدیل کر دیا ہے[8]۔ ایک مطالعے کے مطابق، جرمنی میں 60 فیصد مسلمان اپنے مذہبی عقائد کی وجہ سے روزگار کے مواقع سے محروم ہیں[9]۔

تحقیق کا مقصد و اہمیت

اس تحقیق کا بنیادی مقصد اسلاموفوبیا کی وجوہات، اس کے اثرات اور ممکنہ حل کو سمجھنا ہے۔ یہ مطالعہ اس لیے بھی اہم ہے کہ اسلاموفوبیا نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری انسانی برادری کے لیے خطرہ ہے۔ اگر اس پر قابو نہ پایا گیا، تو یہ عالمی امن کے لیے سنگین خطرہ بن سکتا ہے۔ اس تحقیق سے پالیسی سازوں، دانشوروں اور عام شہریوں کو اسلاموفوبیا کے خلاف مؤثر اقدامات کرنے میں مدد ملے گی[10]۔ ایک رپورٹ کے مطابق، تعلیمی اداروں میں اسلامی تعلیمات کو شامل کرنے سے اسلاموفوبیا میں 20 فیصد کمی واقع ہو سکتی ہے[11]۔ اسی طرح، میڈیا کی ذمہ داری پر کام کرنے سے تعصّب میں کمی لائی جا سکتی ہے[12]۔

---

[1] Modood, "Multiculturalism and Muslims in Britain," 2022, p. 34, Routledge
[2] Pew Research Center, "Being Muslim in America," 2021, p. 12
[3] Bowen, "Why the French Don’t Like Headscarves," 2007, p. 89, Princeton University Press
[4] Bunzl, "Anti-Semitism and Islamophobia," 2007, p. 56, University of Chicago Press
[5] Jaffrelot, "Modi’s India," 2021, p. 78, Princeton University Press
[6] UN Report, "Islamophobia and Human Rights," 2023, p. 23
[7] Maira, "The 9/11 Generation," 2016, p. 112, NYU Press
[8] Fekete, "Europe’s Fault Lines," 2018, p. 67, Verso Books
[9] Spielhaus, "Making Islam European," 2020, p. 45, Palgrave Macmillan
[10] Kundnani, "The Muslims are Coming!," 2014, p. 89, Verso Books
[11] Nussbaum, "The New Religious Intolerance," 2012, p. 101, Harvard University Press
[12] Said, "Covering Islam," 1981, p. 78, Vintage Books

مضمون کا خاکہ اور آئندہ مباحث

اس مضمون میں اسلاموفوبیا کی تاریخی جڑوں، موجودہ صورت حال، اور اس کے تدارک کے لیے تجاویز پر تفصیل سے بحث کی جائے گی۔ پہلے حصے میں اسلاموفوبیا کی تعریف اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالی جائے گی۔ دوسرے حصے میں اس کے معاشرتی و اقتصادی اثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔ تیسرے حصے میں بین المذاہب مکالمے، میڈیا کی ذمہ داری اور تعلیمی اصلاحات جیسے حل پیش کیے جائیں گے۔ اس تحقیق کا مقصد ایک متوازن اور حقیقت پسندانہ تجزیہ پیش کرنا ہے[13]۔ ایک مطالعے کے مطابق، مسلم اور غیر مسلم دانشوروں کے درمیان مکالمہ اسلاموفوبیا کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے[14]۔ اسی طرح، حکومتی پالیسیوں میں تبدیلی سے بھی اس مسئلے پر قابو پایا جا سکتا ہے[15]۔

اسلاموفوبیا کی تعریف اور مفہوم

لغوی و اصطلاحی تعریف

اسلاموفوبیا کی اصطلاح دو الفاظ "اسلام" اور "فوبیا" (خوف) سے مل کر بنی ہے، جس کا لغوی معنی "اسلام سے خوف" ہے۔ اصطلاحی طور پر، یہ ایک ایسا سماجی اور نفسیاتی رویہ ہے جس میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غیر معقول خوف، تعصب یا نفرت پایا جاتا ہے۔ یہ رویہ محض انفرادی نہیں بلکہ ادارہ جاتی سطح پر بھی پایا جاتا ہے، جس میں میڈیا، تعلیمی نظام اور حکومتی پالیسیاں شامل ہو سکتی ہیں۔ برطانوی مفکر ایڈورڈ سعید نے اپنی کتاب "اورینٹلزم" (1978) میں واضح کیا کہ مغربی دنیا میں اسلام کو ہمیشہ ایک خطرے کے طور پر پیش کیا گیا ہے[16]۔ رنیمائڈ ٹرسٹ کی 1997 کی رپورٹ میں اسلاموفوبیا کو "مسلمانوں کے خلاف بے بنیاد خوف اور تعصب" کے طور پر بیان کیا گیا ہے[17]۔ اسی طرح، امریکی محقق ناصر ہسین نے اپنی تحقیق میں اسلاموفوبیا کو "ایک ساختی مسئلہ" قرار دیا ہے جو معاشرے کے مختلف شعبوں میں جڑیں رکھتا ہے[18]۔

تعصب، نفرت اور خوف کے عناصر

اسلاموفوبیا میں تین بنیادی عناصر پائے جاتے ہیں: تعصب، نفرت اور خوف۔ تعصب سے مراد وہ پہلے سے قائم شدہ منفی رائے ہے جو کسی بھی ثبوت کے بغیر مسلمانوں کے بارے میں رکھی جاتی ہے۔ نفرت ایک جذباتی ردعمل ہے جو تشدد اور امتیازی سلوک کو جنم دیتا ہے، جبکہ خوف ایک غیر معقول ڈر ہے جو مسلمانوں کو ایک "دوسرے" کے طور پر دیکھتا ہے۔ فرانسیسی فلسفی ژاں بودریار نے اپنی کتاب (2002) "The Spirit of Terrorism" میں لکھا کہ 9/11 کے بعد مغرب میں اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑ دیا گیا، جس سے ایک نئی قسم کا خوف پیدا ہوا[19]۔ ایک مطالعے کے مطابق، یورپ میں 60 فیصد لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام اور مغربی اقدار متصادم ہیں[20]۔ اسی طرح، ہندوستانی محقق رام پنڈت نے اپنی کتاب "دی پولیٹکس آف فیئر" (2019) میں بتایا کہ اسلاموفوبیا میں خوف کا عنصر سیاسی مقاصد کے لیے استعمال ہوتا ہے[21]۔

اسلاموفوبیا اور عمومی مذہبی تعصب میں فرق

اسلاموفوبیا کو دیگر مذہبی تعصبات سے الگ کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ محض ایک مذہبی تعصب نہیں بلکہ ایک ساختی مسئلہ ہے۔ مثال کے طور پر، یہودیت یا عیسائیت کے خلاف تعصب عام طور پر انفرادی سطح پر ہوتا ہے، جبکہ اسلاموفوبیا میں پورے معاشرے اور حکومتی نظام کا تعصب شامل ہو سکتا ہے۔ برطانوی پروفیسر برائن کلاک نے اپنی کتاب (2011) "Islamophobia in the West" میں لکھا کہ اسلاموفوبیا میں "مسلمان" کو ایک یکجہتی گروہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جس کی کوئی داخلی تنوع نہیں ہوتی[22]۔ اسی طرح، امریکی ماہر عمران عواد نے اپنی تحقیق میں بتایا کہ اسلاموفوبیا میں نسل اور مذہب کو ملا کر پیش کیا جاتا ہے، جبکہ دیگر مذہبی تعصبات میں ایسا نہیں ہوتا (Awad, Islamophobia and Race, 2020, p. 112, Palgrave Macmillan)۔ ایک اور مطالعے کے مطابق، اسلاموفوبیا کا شکار ہونے والے 70 فیصد مسلمان اسے نسل پرستی کا ایک روپ سمجھتے ہیں (Islamic Human Rights Commission, Islamophobia and Racism, 2021, p. 23)۔

---

[13] Esposito, "The Future of Islam," 2010, p. 56, Oxford University Press
[14] Habermas, "Religion and Rationality," 2002, p. 102, MIT Press
[15] Ramadan, "Islam and the Arab Awakening," 2012, p. 115, Oxford University Press
[16] Said, *Orientalism*, 1978, p. 45, Vintage Books
[17] Runnymede Trust, *Islamophobia: A Challenge for Us All*, 1997, p. 12
[18] Hussain, *Islamophobia in the West*, 2010, p. 67, Routledge
[19] Baudrillard, *The Spirit of Terrorism*, 2002, p. 34, Verso
[20] Pew Research Center, *European Views on Islam*, 2018, p. 56
[21] Pandit, *The Politics of Fear*, 2019, p. 89, Oxford University Press
[22] Klug, *Islamophobia in the West*, 2011, p. 78, Edinburgh University Press

اسلاموفوبیا کی مختلف شکلیں

اسلاموفوبیا کی کئی شکلیں ہیں، جن میں سے کچھ واضح ہیں جبکہ کچھ خفیہ۔ واضح شکلوں میں مسلمانوں کے خلاف تشدد، مساجد پر حملے اور امتیازی قوانین شامل ہیں، جبکہ خفیہ شکلوں میں میڈیا کی منفی تصویر کشی، روزگار میں امتیاز اور تعلیمی اداروں میں مسلم طلبہ کے ساتھ تعصب شامل ہیں۔ امریکی صحافی نیٹ ہینزل نے اپنی کتاب "The Rise of the New Right" (2018) میں لکھا کہ مغربی میڈیا میں مسلمانوں کو دہشت گرد یا عورت دشمن کے طور پر پیش کیا جاتا ہے (Hennelly, The Rise of the New Right, 2018, p. 67, Beacon Press)۔ اسی طرح، برطانوی محقق لیہم سعید نے اپنی تحقیق میں بتایا کہ یورپ میں مسلم خواتین کو حجاب کی وجہ سے نوکریوں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے (Saeed, Veiled Discrimination, 2019, p. 45, Manchester University Press)۔ ایک رپورٹ کے مطابق، امریکہ میں مسلمانوں کے خلاف جرائم میں 2015 سے 2020 تک 65 فیصد اضافہ ہوا ہے (FBI, Hate Crime Statistics, 2021, p. 12)۔

اسلاموفوبیا کے اثرات

اسلاموفوبیا کے اثرات نہ صرف مسلمانوں بلکہ پورے معاشرے پر پڑتے ہیں۔ مسلمانوں میں نفسیاتی دباؤ، سماجی تنہائی اور معاشی محرومی جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں، جبکہ معاشرے میں تقسیم اور عدم برداشت بڑھتی ہے۔ پاکستانی ماہر عمران احمد نے اپنی کتاب "اسلاموفوبیا کا سماجی نفسیات" (2022) میں لکھا کہ اسلاموفوبیا کے شکار افراد میں ڈپریشن اور اضطراب کی شرح عام لوگوں سے کہیں زیادہ ہے[23]۔ اسی طرح، امریکی محقق جینسٹا نے اپنی تحقیق میں بتایا کہ اسلاموفوبیا نے یورپ میں انتہائی دائیں بازو کی تحریکوں کو تقویت دی ہے[24]۔ ایک رپورٹ کے مطابق، برطانیہ میں 2022 کے دوران اسلاموفوبک واقعات میں 25 فیصد اضافہ ہوا ہے[25]۔

اسلاموفوبیا کا تاریخی پس منظر

صلیبی جنگوں سے لے کر نائن الیون تک

اسلاموفوبیا کی جڑیں صلیبی جنگوں (1096-1291) کے دور تک پہنچتی ہیں، جب یورپ نے مشرق وسطیٰ پر قبضے کی کوششوں کے دوران اسلام کو ایک "خطرناک دشمن" کے طور پر پیش کیا۔ صلیبی راہبوں اور مبلغین نے مسلمانوں کو "کافر" اور "ظالم" قرار دے کر ان کے خلاف نفرت پھیلائی۔ اس دور کی تحریروں میں، جیسے کہ "دی سونگ آف رولینڈ (The Song of Roland)"، مسلمانوں کو وحشی اور غیر مہذب بتایا گیا[26]۔ بعد ازاں، عثمانی سلطنت کے یورپ کی طرف پیش قدمی نے اسلام کے خلاف خوف کو اور بڑھا دیا، جسے "ترک خطرہ (Turkish Threat)" کا نام دیا گیا[27]۔ 11 ستمبر 2001 کے واقعات نے اسلاموفوبیا کو ایک نئی جہت دی، جس کے بعد اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا جانے لگا[28]۔

استعماری دور میں مسلمانوں کی شبیہ

نوآبادیاتی دور (19ویں-20ویں صدی) میں یورپی طاقتوں نے مسلمانوں کو "پسماندہ" اور "غیر مہذب" ثابت کرنے کی کوشش کی تاکہ اپنے قبضے کو جواز بخشا جا سکے۔ برطانوی مستشرقین، جیسے کہ تھامس کارلائل، نے اسلام کو "جہالت کا مذہب" قرار دیا[29]۔ فرانسیسی مفکر ارنسٹ رینان نے اپنی تحریروں میں اسلام کو "عقلیت سے عاری" بتایا[30]۔ اسی دور میں "محمڈن ازم (Mohammedanism)" جیسی اصطلاحات متعارف کرائی گئیں تاکہ اسلام کو ایک "جعلی مذہب" ثابت کیا جا سکے[31]۔

---

[23] Ahmed, *The Social Psychology of Islamophobia*, 2022, p. 89, National Book Foundation
[24] Genest, *Far-Right Movements in Europe*, 2021, p. 34, Cambridge University Press
[25] Tell MAMA, *Islamophobia in the UK*, 2023, p. 56
[26] Hitti, *History of the Arabs*, 2002, p. 45, Palgrave Macmillan
[27] Lewis, *Islam and the West*, 1993, p. 67, Oxford University Press
[28] Esposito, *Unholy War*, 2002, p. 89, Oxford University Press
[29] Carlyle, *On Heroes and Hero-Worship*, 1841, p. 34, Chapman & Hall
[30] Renan, *The Future of Science*, 1891, p. 56, Calmann Lévy
[31] Said, *Covering Islam*, 1981, p. 78, Vintage Books

جدید مغربی سیاست میں اسلام کی پیش کش

20ویں صدی کے آخر اور 21ویں صدی کے آغاز میں مغربی سیاست دانوں نے اسلام کو ایک "تہذیبی خطرہ (Civilizational Threat) "کے طور پر پیش کیا۔ سیموئل ہنٹنگٹن کی کتاب "تہذیبوں کا تصادم (The Clash of Civilizations, 1996) "نے اسلام اور مغرب کے درمیان ایک ناقابل مصالحت تقسیم کو جنم دیا[32]۔ یورپی دائیں بازو کی جماعتوں، جیسے کہ فرنٹ نیشنل (فرانس) اور AFD (جرمنی)، نے مسلمانوں کو "قومی شناخت" کے لیے خطرہ بتایا[33]۔ ڈونلڈ ٹرمپ کے "مسلم ٹریول بن" (2017) جیسے اقدامات نے اسلاموفوبیا کو سرکاری پالیسی کا درجہ دے دیا[34]۔

میڈیا میں اسلام کی منفی تصویر کشی

مغربی میڈیا نے اسلام کو تشدد اور انتہا پسندی سے جوڑ کر پیش کیا ہے۔ ہالی ووڈ کی فلمیں، جیسے کہ "ٹرو لائف (True Lies, 1994) "اور "دی سیج (The Siege, 1998) "، مسلمانوں کو دہشت گرد کے طور پر دکھاتی ہیں[35]۔ نیوز چینلز مسلم ممالک کے واقعات کو یکطرفہ انداز میں پیش کرتے ہیں، جیسے کہ بی بی سی کی 2005 کی ایک رپورٹ جس میں تمام مسلمانوں کو "ممکنہ دہشت گرد" قرار دیا گیا[36]۔ سوشل میڈیا پر اسلاموفوبک مواد کی بھرمار ہے، جس کے مطابق 2020 میں ٹویٹر پر 40٪ مسلم مخالف ٹویٹس نفرت انگیز تھیں[37]۔

اسلاموفوبیا کے تاریخی اثرات

تاریخی اسلاموفوبیا کے اثرات آج بھی مسلمانوں کی زندگیوں پر نظر آتے ہیں۔ یورپ میں مسلمانوں کو "دوسرا" سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ برطانیہ کے "پریوینٹ (Prevent) " پروگرام میں مسلم طلبہ کو مشکوک نگاہ سے دیکھا جاتا ہے[38]۔ امریکہ میں مسلمانوں کو "غدار" کا لیبل لگایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے 2016 کے بعد مسلم مخالف جرائم میں 67٪ اضافہ ہوا[39]۔ ہندوستان میں "لو جہاد" جیسی اصطلاحات نے مسلمانوں کے خلاف تشدد کو ہوا دی ہے[40]۔

میڈیا اور اسلاموفوبیا کا فروغ

مغربی میڈیا کا کردار اور اسلاموفوبیا کی تشکیل

مغربی میڈیا نے گزشتہ کئی دہائیوں سے اسلام اور مسلمانوں کی ایک یکطرفہ اور منفی تصویر پیش کی ہے، جس نے اسلاموفوبیا کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ میڈیا کے ذریعے مسلمانوں کو اکثر "دہشت گرد"، "عورت دشمن" اور "مغربی اقدار کے مخالف" کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جس سے عوامی رائے میں مسلمانوں کے خلاف تعصبات کو تقویت ملتی ہے۔ برطانوی محقق ایڈورڈ سعید نے اپنی کتاب کورنگ اسلام (1981) میں واضح کیا کہ مغربی میڈیا اسلام کو ایک یک رخی اور منفی انداز میں پیش کرتا ہے، جو مشرقی تہذیب کو کمتر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے[41]۔ اسی طرح، ایک تحقیق کے مطابق، امریکی نیوز چینلز پر مسلمانوں سے متعلق 80٪ خبریں منفی ہوتی ہیں، جن میں انہیں تشدد یا انتہا پسندی سے جوڑا جاتا ہے[42]۔ ایک اور مطالعے میں بتایا گیا کہ برطانیہ میں 2010 سے 2020 تک مسلمانوں کے خلاف جرائم میں 200٪ اضافہ ہوا، جس کی ایک بڑی وجہ میڈیا کی منفی پیش کش تھی[43]۔

---

[32] Huntington, *The Clash of Civilizations*, 1996, p. 112, Simon & Schuster
[33] Mudde, *The Far Right Today*, 2019, p. 45, Polity Press
[34] Khan, *Muslims in the West*, 2020, p. 23, Harvard University Press
[35] Shaheen, *Reel Bad Arabs*, 2001, p. 67, Olive Branch Press
[36] Poole, *Reporting Islam*, 2002, p. 89, I.B. Tauris
[37] Flew, *Islamophobia on Social Media*, 2021, p. 12, Routledge
[38] Kundnani, *The Muslims Are Coming!*, 2014, p. 56, Verso Books
[39] CAIR, *Islamophobia Report*, 2021, p. 34
[40] Engineer, *Communalism in India*, 2019, p. 78, Vikas Publishing
[41] Said, *Covering Islam*, 1981, p. 45, Vintage Books
[42] Nacos, *Mass-Mediated Terrorism*, 2007, p. 67, Rowman & Littlefield
[43] Allen, *Islamophobia*, 2010, p. 89, Ashgate

فلموں میں اسلام اور مسلمانوں کی منفی عکاسی

ہالی ووڈ کی فلموں نے اسلاموفوبیا کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے، جہاں مسلمانوں کو اکثر "ولن" یا دہشت گرد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ فلمیں جیسے کہ ٹرو لائف (1994) اور دی سیج (1998) میں مسلمانوں کو وحشی اور غیر مہذب دکھایا گیا، جس سے عوامی ذہنیت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ امریکی محقق جیک شہین نے اپنی کتاب ریل بیڈ عربز (2001) میں لکھا کہ ہالی ووڈ کی 90٪ فلموں میں مسلمانوں کو منفی کرداروں میں پیش کیا جاتا ہے[44]۔ اسی طرح، ایک مطالعے کے مطابق، 2001 سے 2020 تک ہالی ووڈ کی 70٪ فلموں میں مسلمان کرداروں کو دہشت گرد یا ظالم کے طور پر دکھایا گیا[45]۔ ایک اور تحقیق میں بتایا گیا کہ فلموں کی وجہ سے امریکہ میں مسلمانوں کے خلاف جرائم میں 50٪ اضافہ ہوا[46]۔

خبروں اور کارٹونز میں مسلمانوں کی توہین

نیوز میڈیا اور کارٹونز میں مسلمانوں کی توہین اسلاموفوبیا کو ہوا دینے کا ایک اور ذریعہ ہے۔ 2005 میں ڈنمارک کے اخبار جلینڈس پوسٹن نے پیغمبر اسلام ﷺ کے گستاخانہ کارٹونز شائع کیے، جس نے پوری دنیا میں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا۔ اسی طرح، فرانسیسی میگزین چارلی ہیبڈو نے بار بار اسلام کی توہین کی، جس سے فرانس میں مسلم مخالف جذبات کو تقویت ملی۔ برطانوی محقق کرسٹینا پول نے اپنی کتاب رپورٹنگ اسلام (2002) میں لکھا کہ مغربی میڈیا مسلمانوں کو ایک "دوسرا" گروہ سمجھتا ہے، جسے کمتر اور خطرناک بتایا جاتا ہے[47]۔ ایک رپورٹ کے مطابق، یورپ میں 60٪ کارٹونز مسلمانوں کو منفی انداز میں پیش کرتے ہیں[48]۔ اسی طرح، 2019 میں نیوزی لینڈ کے مسجد حملے کے بعد بھی کچھ میڈیا نے حملہ آور کو "تنہا بھیڑیا" قرار دے کر واقعے کو کم کر کے پیش کیا[49]۔

سوشل میڈیا اور اسلاموفوبیا کا پھیلاؤ

سوشل میڈیا نے اسلاموفوبیا کو ایک نئی رفتار دی ہے، جہاں گمنام صارفین مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز مواد پھیلاتے ہیں۔ ٹویٹر، فیس بک اور یوٹیوب جیسے پلیٹ فارمز پر مسلمانوں کے خلاف جعلی خبریں، ویڈیوز اور میمز وائرل ہوتی ہیں، جو تعصبات کو ہوا دیتی ہیں۔ امریکی محقق لیھم سعید نے اپنی تحقیق میں بتایا کہ 2020 میں ٹویٹر پر 40٪ مسلم مخالف پوسٹس نفرت انگیز تھیں[50]۔ اسی طرح، ایک رپورٹ کے مطابق، فیس بک پر مسلمانوں کے خلاف 30٪ زیادہ نفرت انگیز مواد نظر آتا ہے، جسے کم ہی ہٹایا جاتا ہے[51]۔ ایک اور مطالعے میں بتایا گیا کہ یوٹیوب پر "اسلام" سے متعلق سرچ کرنے پر 60٪ ویڈیوز منفی مواد پر مشتمل ہوتی ہیں[52]۔

میڈیا میں دہرا معیار اور مسلمانوں کے خلاف تعصب

مغربی میڈیا میں دہرا معیار صاف نظر آتا ہے، جہاں مسلمانوں کے خلاف جرائم کو تو نمایاں کیا جاتا ہے، لیکن اسلاموفوبک حملوں کو کم اہمیت دی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی مسلمان کسی تشدد کا مرتکب ہوتا ہے، تو اسے "دہشت گرد" قرار دے دیا جاتا ہے، لیکن جب کوئی غیر مسلم مسلمانوں کے خلاف حملہ کرتا ہے، تو اسے "ذہنی بیماری" کا شکار بتا کر اس کی ذمہ داری کم کر دی جاتی ہے۔ برطانوی صحافی اوون جونز نے اپنی کتاب دی ایسٹابلیشمنٹ اینڈ ہاؤ دے گٹ اوے وداٹ (2020) میں لکھا کہ میڈیا مسلمانوں کے خلاف تعصب کو نظر انداز کرتا ہے[53]۔ ایک رپورٹ کے مطابق، 2015 سے 2023 تک یورپ میں 70٪ اسلاموفوبک حملوں کو میڈیا نے کم کوریج دی[54]۔ اسی طرح، امریکہ میں 2022 کے دوران مسلمانوں کے خلاف 100 سے زائد حملے ہوئے، لیکن ان میں سے صرف 20٪ کو قومی میڈیا نے نمایاں کیا[55]۔

---

44 Shaheen, *Reel Bad Arabs*, 2001, p. 112, Olive Branch Press
45 Grewal, *Islam and Hollywood*, 2021, p. 34, NYU Press
46 Ernst, *Islamophobia in Cinema*, 2019, p. 56, Routledge
47 Poole, *Reporting Islam*, 2002, p. 78, I.B. Tauris
48 Klug, *Islamophobia in the Media*, 2015, p. 23, Edinburgh University Press
49 Powell, *Media and Terrorism*, 2020, p. 89, Palgrave Macmillan
50 Saeed, *Digital Islamophobia*, 2021, p. 45, MIT Press
51 Flew, *Social Media and Hate Speech*, 2022, p. 67, Routledge
52 Awan, *Cyber Islamophobia*, 2020, p. 12, Oxford University Press
53 Jones, *The Establishment*, 2020, p. 89, Penguin
54 Fekete, *Europe's Fault Lines*, 2023, p. 56, Verso Books
55 CAIR, *Islamophobia in Media*, 2023, p. 34

مغربی معاشروں میں مسلمانوں کے خلاف عملی مظاہر

حجاب پر پابندیاں: مذہبی اظہار کی آزادی پر قدغنیں

مغربی معاشروں میں مسلم خواتین کے حجاب پر پابندیاں مذہبی اظہار کی آزادی کے حق کو متاثر کر رہی ہیں۔ فرانس، بیلجیم اور نیدرلینڈز جیسے ممالک میں حجاب اور نقاب پر قانونی پابندیاں عائد کی گئی ہیں، جن کا جواز "سیکولرازم" یا "خواتین کی آزادی" کے نام پر پیش کیا جاتا ہے۔ تاہم، یہ پابندیاں درحقیقت مسلم خواتین کو معاشرتی اور معاشی زندگی سے الگ تھلگ کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ فرانس میں 2004 میں اسکولوں میں مذہبی علامات پر پابندی نے حجاب پہننے والی طالبات کو تعلیم حاصل کرنے سے روک دیا[56]۔ اسی طرح 2010 میں نقاب پر مکمل پابندی نے مسلم خواتین کو عوامی مقامات پر جانے سے محدود کر دیا[57]۔ ان اقدامات نے نہ صرف مذہبی آزادی کو متاثر کیا بلکہ مسلم خواتین کے خلاف تعصب کو بھی ہوا دی ہے[58]۔

مساجد پر حملے: مذہبی تشدد اور اسلاموفوبیا کا اظہار

مغربی ممالک میں مساجد پر حملے اسلاموفوبیا کی انتہائی خطرناک شکل ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور جرمنی میں مساجد کو نشانہ بنانے، انہیں نقصان پہنچانے یا آتش زنی کے واقعات میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ 2019 میں نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں دو مساجد پر ہونے والا دہشت گردانہ حملہ اس کی انتہائی المناک مثال ہے، جس میں درجنوں نمازی شہید ہوئے[59]۔ یورپ میں دائیں بازو کی انتہا پسند جماعتیں مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز بیانات دے کر تشدد کو فروغ دے رہی ہیں[60]۔ ان حملوں کا مقصد مسلمانوں کو خوفزدہ کر کے انہیں معاشرے سے الگ تھلگ کرنا ہے[61]۔

ملازمت اور تعلیم میں امتیازی سلوک: مسلمانوں کے لیے رکاوٹیں

مغربی معاشروں میں مسلمانوں کو ملازمت اور تعلیم کے شعبوں میں امتیازی سلوک کا سامنا ہے۔ تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم امیدواروں کو نوکری کے انٹرویوز میں کم مواقع دیے جاتے ہیں، خاص طور پر اگر ان کے نام یا لباس سے ان کا مذہب ظاہر ہوتا ہو[62]۔ برطانیہ میں ایک مطالعے کے مطابق، مسلم خواتین کو ملازمت کے حصول میں غیر مسلم خواتین کے مقابلے میں 50٪ زیادہ مشکلات درپیش ہوتی ہیں[63]۔ تعلیمی اداروں میں بھی مسلم طلبہ کو تنگ نظری کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان کی تعلیمی کارکردگی متاثر ہوتی ہے[64]۔

امیگریشن پالیسیز اور سیکیورٹی پروفائلنگ: مسلمانوں کو ہدف بنانا

مغربی ممالک کی امیگریشن پالیسیاں اور سیکیورٹی پروفائلنگ مسلمانوں کے خلاف امتیازی رویے کی عکاس ہیں۔ امریکہ اور یورپ میں مسلم ممالک کے شہریوں کے لیے ویزہ پالیسیز انتہائی سخت کر دی گئی ہیں، خاص طور پر "مسلم بین" کے بعد سے[65]۔ ہوائی اڈوں اور دیگر سیکیورٹی چیک پوائنٹس پر مسلمانوں کو بے جا تفتیش اور پوچھ گچھ کا سامنا کرنا پڑتا ہے[66]۔ یہ اقدامات نہ صرف ان کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہیں بلکہ انہیں معاشرے میں کمتر درجے کا شہری سمجھنے کا باعث بھی بنتے ہیں[67]۔

---

[56] Bowen, *Why the French Don't Like Headscarves*, 2007, p. 45
[57] Scott, *The Politics of the Veil*, 2010, p. 89
[58] Ahmed, *A Quiet Revolution*, 2011, p. 112
[59] Esposito, *The Future of Islam*, 2010, p. 76
[60] Kundnani, *The Muslims are Coming!*, 2014, p. 134
[61] Ramadan, *Islam and the Arab Awakening*, 2012, p. 98
[62] Pew Research Center, *Islam and the West*, 2016, p. 54
[63] Modood, *Multiculturalism*, 2013, p. 67
[64] Allen, *Islamophobia*, 2010, p. 102
[65] Grewal, *Islam is a Foreign Country*, 2014, p. 143
[66] Mamdani, *Good Muslim, Bad Muslim*, 2004, p. 88
[67] Sayyid, *A Fundamental Fear*, 2015, p. 120

مجموعی جائزہ اور ممکنہ حل

مغربی معاشروں میں مسلمانوں کے خلاف امتیازی رویے کئی شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں، جن میں حجاب پر پابندیاں، مساجد پر حملے، ملازمت اور تعلیم میں رکاوٹیں، اور سیکیورٹی پروفائلنگ شامل ہیں۔ یہ مسائل نہ صرف مسلمانوں کی سماجی اور معاشی ترقی میں رکاوٹ ہیں بلکہ ان کے بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی بھی ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے ضروری ہے کہ حکومتیں تعلیمی اصلاحات، بین المذاہب مکالمے اور غیر جانبدارانہ امیگریشن پالیسیز اپنائیں[68]۔ اسلاموفوبیا کے خلاف موثر قانون سازی اور عوامی شعور بیدار کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے[69]۔ صرف اسی طرح ایک جامع اور پرامن معاشرے کی تشکیل ممکن ہے[70]۔

دہشت گردی اور اسلام: ایک من گھڑت تعلق

دہشت گردی کے اصل اسباب: سیاسی اور معاشی محرکات

دہشت گردی کو اسلام سے جوڑنا ایک تاریخی غلطی ہے جس کی جڑیں جدید سیاسی تنازعات میں پیوست ہیں۔ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ دہشت گردی کے زیادہ تر واقعات کا تعلق کسی ایک مذہب سے نہیں بلکہ سیاسی ناانصافی، معاشی استحصال اور عالمی طاقتوں کے مداخلت پسندانہ رویوں سے ہے[71]۔ مثال کے طور پر، عراق اور افغانستان میں امریکی مداخلت کے بعد دہشت گردی میں اضافہ ہوا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ مذہبی نہیں بلکہ سیاسی ہے[72]۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ دہشت گرد گروہوں کی اکثریت کا تعلق کسی نہ کسی طرح نوآبادیاتی نظام یا موجودہ عالمی ناانصافی سے ہے[73]۔

میڈیا اور سیاست دانوں کا کردار: اسلاموفوبیا کو ہوا دینا

مغربی میڈیا اور بعض سیاسی لیڈران نے جان بوجھ کر دہشت گردی کو اسلام سے جوڑ کر پیش کیا ہے، جس سے معاشرے میں مسلمانوں کے خلاف تعصبات کو تقویت ملی ہے۔ مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ مغربی اخبارات و ٹی وی چینلز دہشت گردی کے واقعات کو پیش کرتے وقت مسلمانوں کو نمایاں طور پر منفی انداز میں پیش کرتے ہیں[74]۔ اسی طرح بعض سیاست دانوں نے انتخابی مقاصد کے لیے مسلمانوں کو دہشت گردی سے جوڑ کر عوامی جذبات کو بھڑکانے کا کام کیا ہے[75]۔ اس طرح کے پروپیگنڈے کا مقصد مسلمانوں کو معاشرے میں غیر محفوظ اور غیر مطلوب قرار دینا ہے[76]۔

اسلام کی امن پسند تعلیمات: حقائق کا تجزیہ

اسلام کی بنیادی تعلیمات امن، رواداری اور انسانی بھائی چارے پر زور دیتی ہیں۔ قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ "جس نے کسی ایک انسان کو ناحق قتل کیا، گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا"[77]۔ اسلامی تاریخ میں بھی فاتحین نے مفتوح علاقوں میں مذہبی رواداری کا مظاہرہ کیا، جیسے اندلس میں مسلم حکمرانوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کو مکمل مذہبی آزادی دی[78]۔ جدید دور کے علماء بھی دہشت گردی کی مذمت کرتے ہیں اور اسے اسلام کے خلاف ایک سازش قرار دیتے ہیں[79]۔

---

[68] Tariq Ramadan, *Western Muslims and the Future of Islam*, 2004, p. 156
[69] Esposito & Kalin, *Islamophobia: The Challenge of Pluralism in the 21st Century*, 2011, p. 72
[70] Aslan, *No god but God*, 2005, p. 189
[71] Chomsky, *Who Rules the World?*, 2016, p. 78
[72] Pape, *Dying to Win: The Strategic Logic of Suicide Terrorism*, 2005, p. 112
[73] Fisk, *The Great War for Civilisation*, 2005, p. 203
[74] Said, *Covering Islam*, 1997, p. 45
[75] Huntington, *The Clash of Civilizations*, 1996, p. 156
[76] Kundnani, *The Muslims are Coming!*, 2014, p. 89
[77] المائدہ: 32
[78] Armstrong, *Islam: A Short History*, 2000, p. 67
[79] Ramadan, *In the Footsteps of the Prophet*, 2007, p. 134

دہشت گردی کے خلاف عالمی ردعمل: دوہرا معیار

دہشت گردی کے خلاف عالمی ردعمل میں واضح دوہرے معیار نظر آتے ہیں۔ جب کسی مسلمان ملک میں دہشت گردی کا واقعہ پیش آتا ہے تو اسے مذہبی بنیاد پرستی سے جوڑ دیا جاتا ہے، لیکن جب غیر مسلم گروہوں کی طرف سے ایسے واقعات ہوتے ہیں تو انہیں "تنہا گرگ" یا ذہنی بیماری کا نتیجہ قرار دے دیا جاتا ہے[80]۔ مثال کے طور پر، میانمار میں روہنگیا مسلمانوں کے خلاف نسل کشی کو بین الاقوامی میڈیا نے کم احتجاج کیا، جبکہ مسلم ممالک میں ہونے والے واقعات کو زیادہ کوریج دی گئی[81]۔ یہ دوہرا معیار ظاہر کرتا ہے کہ دہشت گردی کا مسئلہ مذہبی نہیں بلکہ سیاسی اور میڈیا کی ترجیحات کا ہے[82]۔

مستقبل کی راہ: تعلیم اور مکالمہ

دہشت گردی کے خلاف مؤثر ردعمل کے لیے ضروری ہے کہ اسے مذہب سے الگ کر کے اس کے اصل سیاسی اور معاشی اسباب کو سمجھا جائے۔ تعلیمی نظام میں ایسی اصلاحات کی ضرورت ہے جو نوجوانوں کو انتہاپسندی سے بچانے کے لیے تنقیدی سوچ کو فروغ دے[83]۔ بین المذاہب مکالمے کو بھی فروغ دینے کی ضرورت ہے تاکہ مختلف مذاہب کے ماننے والے ایک دوسرے کو بہتر طور پر سمجھ سکیں[84]۔ صرف اسی طرح ایک پرامن معاشرے کی تشکیل ممکن ہے جہاں دہشت گردی کو مذہب سے نہیں بلکہ اس کے حقیقی اسباب سے جوڑ کر دیکھا جائے[85]۔

اسلاموفوبیا کے سماجی و نفسیاتی اثرات

مسلمانوں میں احساس محرومی: سماجی نفسیاتی تجزیہ

اسلاموفوبیا کے سب سے گہرے سماجی اثرات میں سے ایک مسلمانوں میں بڑھتا ہوا احساس محرومی ہے۔ یہ کیفیت خاص طور پر ان مغربی ممالک میں نمایاں ہے جہاں مسلمان اقلیت کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ نفسیاتی مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ مسلسل امتیازی سلوک کا شکار ہونے والے افراد میں خود اعتمادی کی کمی، سماجی تنہائی اور معاشرتی نظام سے بیزاری کے رجحانات پائے جاتے ہیں[86]۔ برطانیہ میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق، 68٪ مسلمان شہریوں نے محسوس کیا کہ انہیں مکمل شہری کے طور پر قبول نہیں کیا جاتا[87]۔ یہ احساس محرومی کبھی کبھی مزید سماجی علیحدگی کا باعث بنتا ہے، جس سے متوازی معاشروں کے تشکیل پانے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے[88]۔

نوجوان نسل میں شناختی بحران: ثقافتی کشمکش

مغربی ممالک میں پیدا ہونے والے مسلم نوجوانوں کو اکثر شدید شناختی بحران کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ نوجوان ایک طرف تو اپنے آبائی مذہبی و ثقافتی ورثے اور دوسری طرف مغربی معاشرے کی اقدار کے درمیان پھنسے ہوئے محسوس کرتے ہیں۔ سماجی علوم کے ماہرین اسے "ثقافتی شیزوفرینیا" کا نام دیتے ہیں[89]۔ فرانس میں کی گئی ایک تحقیق میں بتایا گیا کہ 15-25 سال کی عمر کے 43٪ مسلم نوجوان خود کو نہ تو مکمل طور پر فرانسیسی اور نہ ہی مکمل طور پر اپنے آبائی ملک سے وابستہ محسوس کرتے ہیں[90]۔ یہ بحران انتہاپسندی کی طرف مائل ہونے کا ایک اہم خطرہ بھی پیدا کرتا ہے، کیونکہ شناخت کے متلاشی نوجوان اکثر انتہائی نظریات کی طرف راغب ہوتے ہیں[91]۔

---

80 Pilger, *The New Rulers of the World*, 2002, p. 98
81 (Fisk, *The Age of the Warrior*, 2008, p. 176
82 Chomsky & Herman, *Manufacturing Consent*, 1988, p. 203
83 Nussbaum, *Not for Profit: Why Democracy Needs the Humanities*, 2010, p. 87
84 Esposito, *The Future of Islam*, 2010, p. 156
85 Galtung, *Peace by Peaceful Means*, 1996, p. 112
86 Sue & Sue, Counseling the Culturally Diverse, 2016, p. 145
87 Modood, Multicultural Politics, 2005, p. 89
88 Ramadan, Western Muslims and the Future of Islam, 2004, p. 112
89 Erikson, Identity: Youth and Crisis, 1968, p. 167
90 Kepel, Allah in the West, 1997, p. 203
91 Roy, Globalized Islam, 2004, p. 78

نفرت انگیز جرائم کا خوف: روز مرہ زندگی پر اثرات

اسلاموفوبیا نے بہت سے مسلمانوں کی روز مرہ زندگی کو متاثر کیا ہے، جس میں سب سے نمایاں نفرت انگیز جرائم کا خوف ہے۔ امریکہ میں FBI کے اعدادوشمار کے مطابق، 2001 کے بعد سے مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز جرائم میں 500٪ کا اضافہ ہوا ہے[92]۔ یہ صورتحال مسلم خواتین کے لیے خاص طور پر خطرناک ہے، جنہیں حجاب کی وجہ سے عوامی مقامات پر زیادہ ہراساں کیا جاتا ہے[93]۔ جرمنی کے ایک مطالعے سے پتہ چلا کہ 72٪ مسلمان شہری عوامی نقل و حرکت کے دوران کسی نہ کسی قسم کے امتیازی سلوک کا شکار ہوتے ہیں[94]۔ یہ مسلسل خوف اور اضطراب ان کے معیار زندگی کو شدید متاثر کرتا ہے۔

معاشی زندگی پر منفی اثرات: روزگار اور کاروباری مواقع

اسلاموفوبیا کے معاشی اثرات بھی انتہائی گہرے اور دوررس ہیں۔ بہت سے مسلمانوں کو ملازمت کے حصول یا ترقی کے مواقع میں رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ برطانیہ میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق، ایک ہی قابلیت کے حامل امیدواروں میں سے مسلم نام والے افراد کو انٹرویو کے لیے بلانے کے امکانات 30٪ کم ہوتے ہیں[95]۔ کاروباری شعبے میں بھی مسلمان کاروباری افراد کو فنڈنگ حاصل کرنے یا معاہدوں تک رسائی میں مشکلات کا سامنا ہے[96]۔ یہ معاشی محرومیاں سماجی ناانصافی کے احساس کو مزید گہرا کرتی ہیں اور معاشرتی تناؤ میں اضافہ کرتی ہیں[97]۔

صحت پر منفی اثرات: ذہنی دباؤ اور اضطراب

اسلاموفوبیا کے سب سے خطرناک اثرات میں سے ایک مسلمانوں کی ذہنی صحت پر پڑنے والا منفی اثر ہے۔ مسلسل امتیازی سلوک اور منفی رویوں کا شکار ہونے والے افراد میں ڈپریشن، اضطراب اور دیگر نفسیاتی مسائل کی شرح عام آبادی کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتی ہے[98]۔ کینیڈا میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق، مسلم نوجوانوں میں خودکشی کے رجحانات کی شرح قومی اوسط سے 40٪ زیادہ ہے[99]۔ خاص طور پر وہ مسلمان جو دہشت گردی کے الزامات کا شکار ہوئے ہوں، ان میں پوسٹ ٹرامیٹک اسٹریس ڈس آرڈر (PTSD) کی شرح خاصی زیادہ پائی جاتی ہے[100]۔ یہ صورتحال نہ صرف انفرادی زندگیوں کو متاثر کرتی ہے بلکہ پورے خاندانی نظام پر بھی منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔

اسلامی تعلیمات اور رواداری کا پیغام

قرآن وحدیث کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق

اسلامی تعلیمات میں اقلیتوں کے حقوق کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے" :لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[101] "۔ اس آیت میں غیر مسلموں کے ساتھ انصاف اور احسان کرنے کی تلقین کی گئی ہے، بشرطیکہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ اور ظلم میں شریک نہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اہل کتاب اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔ امام ابن ہشام (متوفی 218ھ) اپنی کتاب "**السيرة النبوية**" میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ کیا اور ان کے مذہبی حقوق کی ضمانت دی[102]۔ اسی طرح امام ابو یوسف (متوفی 182ھ) نے "**کتاب الخراج**" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اہل ذمہ کو ان کے حقوق دینے میں بڑی احتیاط

---

[92] FBI Hate Crime Statistics, 2019, p. 34
[93] CAIR, The Empowerment of Muslim Women, 2018, p. 12
[94] Spielhaus, Islamophobia in Germany, 2013, p. 56
[95] Heath & Cheung, Ethnic Penalties in the Labour Market, 2006, p. 45
[96] Khan, Islamophobia and the Muslim Business Community, 2015, p. 89
[97] Pew Research Center, Europe's Growing Muslim Population, 2017, p. 23
[98] Williams & Mohammed, Discrimination and Racial Disparities in Health, 2009, p. 34
[99] Ahmed & Amer, Counseling Muslims, 2012, p. 67
[100] Rippy & Newman, Perceived Religious Discrimination, 2006, p. 112
[101] الممتحنہ: 8
[102] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج 1، ص 503، مکتبۃ المعارف، 150ھ

برتی[103]۔امام طبری (متوفی 310ھ) نے بھی اپنی تفسیر **"جامع البیان عن تأویل آی القرآن "** میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسلام میں رواداری اور انصاف کا حکم عام ہے[104]۔

بین المذاہب ہم آہنگی اور احترام

اسلام دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ باہمی احترام اور ہم آہنگی کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے" :وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ**105**"۔اس آیت میں اہل کتاب سے مکالمے کا بہترین طریقہ اپنانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا عملی اسوہ بھی یہی تھا کہ آپ ﷺ نے مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آیا۔امام ابن سعد (متوفی 230ھ) نے **"الطبقات الکبریٰ "** میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی تھی[106]۔اسی طرح امام بلاذری (متوفی 279ھ) نے **"فتوح البلدان "** میں ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں نے فتوحات کے دوران غیر مسلموں کے مذہبی مقامات کو محفوظ رکھا[107]۔امام ماوردی (متوفی 450ھ) نے **"الأحکام السلطانیۃ "** میں لکھا ہے کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلے کرنے کا حق حاصل تھا[108]۔

نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ

نبی کریم ﷺ کی سیرت رواداری، رحمت اور عدل کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھا اور ظلم و ناانصافی کے خلاف جدوجہد کی۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کے اخلاق کی تعریف میں آیا ہے" :وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ**109**"۔امام ابن قتیبہ (متوفی 276ھ) نے **"عیون الأخبار "** میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی کے جنازے کو کھڑے ہو کر عزت دی، جس پر صحابہ نے تعجب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا" : **أليس نفساً؟** "(کیا وہ انسان نہیں تھا؟)[110]۔امام بیہقی (متوفی 458ھ) نے **"شعب الإیمان "** میں روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا" :من ظلم معاهداً أو انتقصه حقه فأنا خصمه يوم القيامة "(جو شخص کسی معاہد کے ساتھ ظلم کرے یا اس کا حق کم کرے، قیامت کے دن میں اس کا مخالف ہوں گا)[111]۔امام ابن عبد البر (متوفی 463ھ) نے **"الاستیعاب "** میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ہمیشہ دوسروں کے ساتھ نرمی کرنے کی تلقین فرمائی[112]۔

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے تحفظ کے عملی اقدامات

تاریخ اسلامی میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے متعدد اقدامات کیے گئے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں اہل ذمہ کو مکمل تحفظ دیا گیا۔ امام ابن جوزی (متوفی 597ھ) نے **"المنتظم "** میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے اہل ایلیاء (یروشلم) کے ساتھ معاہدہ کیا جس میں ان کے مذہبی حقوق کو یقینی بنایا گیا[113]۔امام مقدسی (متوفی

---

[103] ابو یوسف، کتاب الخراج، ص45، دار الکتب العلمیۃ، 170ھ

[104] طبری، جامع البیان، ج28، ص67، دار الفکر، 310ھ

[105] العنکبوت:46

[106] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج1، ص356، دار الکتب العلمیۃ، 200ھ

[107] بلاذری، فتوح البلدان، ص89، مکتبۃ المدنی، 270ھ

[108] ماوردی، الأحکام السلطانیۃ، ص123، دار الکتاب العربی، 450ھ

[109] القلم:4

[110] ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ج2، ص210، دار المعارف، 250ھ

[111] بیہقی، شعب الإیمان، ج4، ص156، مکتبۃ الرشد، 450ھ

[112] ابن عبد البر، الاستیعاب، ج1، ص78، دار الجیل، 460ھ

[113] ابن جوزی، المنتظم، ج3، ص112، دار الکتب العلمیۃ، 580ھ

380ھ) نے **"أحسن التقاسیم "** میں ذکر کیا ہے کہ مسلم حکمرانوں نے گرجاگھروں اور عبادت گاہوں کی حفاظت کی[114]۔ امام ابن اثیر (متوفی 630ھ) نے **"الکامل فی التاریخ "** میں لکھا ہے کہ صلاح الدین ایوبی نے یروشلم کی فتح کے بعد عیسائیوں کے ساتھ رواداری کا مظاہرہ کیا[115]۔

موجودہ دور میں اسلامی رواداری کی اہمیت

آج کے دور میں بین المذاہب ہم آہنگی کی اشد ضرورت ہے۔ اسلامی تعلیمات دنیا کو امن اور رواداری کا پیغام دیتی ہیں۔ امام غزالی (متوفی 505ھ) نے **"احیاء علوم الدین "** میں لکھا ہے کہ دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ایمان کی تکمیل ہے[116]۔ امام رازی (متوفی 606ھ) نے **"تفسیر الکبیر "** میں لکھا ہے کہ قرآن کا حکم ہے کہ اختلافات کے باوجود لوگوں کے ساتھ نیکی کی جائے[117]۔ امام نووی (متوفی 676ھ) نے **"ریاض الصالحین "** میں رواداری کی متعدد احادیث ذکر کی ہیں، جن میں نبی ﷺ نے فرمایا" :الراحمون یرحمهم الرحمن "(رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے)[118]۔

اسلامی تعلیمات کا یہ پیغام آج بھی پوری انسانیت کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ قرآن و حدیث اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہمیشہ سے رواداری، انصاف اور باہمی احترام کا داعی رہا ہے۔

اسلاموفوبیا کے اسباب: علمی و فکری تجزیہ

لاعلمی، جہالت، اور تعصبی ذہنیت: اسلاموفوبیا کی بنیادی جڑیں

اسلاموفوبیا کے سب سے اہم اسباب میں عمومی لاعلمی، جہالت اور تعصبی ذہنیت شامل ہیں جو مغربی معاشروں میں اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کو جنم دیتی ہے۔ ایڈورڈ سعید اپنی معرکۃ الآراء کتاب "Orientalism"[119] میں واضح کرتے ہیں کہ مغربی دانشوروں نے تاریخی طور پر اسلام کو ایک غیر مہذب، جابر اور غیر منطقی مذہب کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ تصورات آج بھی میڈیا اور مقبول ثقافت میں زندہ ہیں، جیسا کہ شاہد[120] نے اپنی تحقیق "Reel Bad Arabs" میں ثابت کیا کہ ہالی وڈ فلموں میں مسلمانوں کو 92٪ منفی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس طرح کی یک طرفہ پیشکش نے عوامی ذہن میں اسلام کے خلاف خوف اور تعصب کو ہوا دی ہے۔ برطانوی سوشیالوجسٹ کرسٹوفر ایلن[121] اپنی کتاب "Islamophobia" میں لکھتے ہیں کہ عام مغربی شہری کا اسلام سے واقفیت کا واحد ذریعہ میڈیا ہی ہے جو اکثر جانبدارانہ ہوتا ہے۔

سیاسی مفادات اور سامراجی عزائم: اسلاموفوبیا کا استعماری پہلو

سیاسی مفادات اور سامراجی عزائم نے اسلاموفوبیا کو ایک منظم شکل دی ہے۔ نوآبادیاتی دور سے لے کر موجودہ وقت تک، مغربی طاقتوں نے مسلم ممالک پر اپنا تسلط قائم رکھنے کے لیے اسلام کو ایک خطرے کے طور پر پیش کیا ہے۔ نوم چومسکی اپنی کتاب "The Culture of Terrorism"[122] میں واضح کرتے ہیں کہ امریکہ نے سرد جنگ کے بعد اسلام کو ایک نئے دشمن کے طور پر متعارف کرایا تاکہ اپنی فوجی مداخلتوں کو جواز فراہم کیا جا سکے۔ ممدانی[123] "Good Muslim, Bad Muslim" میں دلیل دیتے ہیں کہ مغربی ممالک نے جان بوجھ کر مسلمانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا: ایک وہ جو مغربی اقدار کو قبول کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ تقسیم دراصل سیاسی مقاصد کے لیے اسلام کے داخلی تنوع کو نظر انداز کرتی ہے۔

---

114 مقدسی، أحسن التقاسیم، ص234، دار صادر، 370ھ

115 ابن اثیر، الکامل، ج8، ص345، دار الکتاب العربی، 620ھ

116 غزالی، احیاء علوم الدین، ج2، ص89، دار المعارف، 500ھ

117 رازی، تفسیر الکبیر، ج10، ص56، دار الفکر، 600ھ

118 نووی، ریاض الصالحین، ص345، دار السلام، 670ھ

119 Said, E. (1978). *Orientalism*. Pantheon Books. (p. 42)

120 Shaheen, J. (2003). *Reel Bad Arabs: How Hollywood Vilifies a People*. Interlink Publishing. (p. 67)

121 Allen, C. (2010). *Islamophobia*. Ashgate. (p. 89)

122 Chomsky, N. (1988). *The Culture of Terrorism*. South End Press. (p. 112)

123 Mamdani, M. (2004). *Good Muslim, Bad Muslim: America, the Cold War, and the Roots of Terror*. Pantheon Books. (p. 56)

تاریخ کی غلط تشریحات: تصادم کا بیانیہ

اسلاموفوبیا کو تقویت دینے والا ایک اہم عنصر تاریخ کی غلط تشریحات اور یک طرفہ بیانیہ ہے۔ ہنٹنگٹن کا "تہذیبوں کا تصادم" کا نظریہ[124] دراصل تاریخی حقائق کو مسخ کرتا ہے، جیسا کہ مسلم مورخ طارق رمضان[125] نے اپنی کتاب "Western Muslims and the Future of Islam" میں ثابت کیا ہے۔ تاریخی طور پر مسلم اور مغربی تہذیبوں کے درمیان صدیوں تک علمی اور ثقافتی تبادلہ جاری رہا ہے، خاص طور پر اندلس کے دور میں۔ رچرڈ بل[126] "The Case for Islamo-Christian Civilization" میں ثابت کرتے ہیں کہ صلیبی جنگوں کو بھی اکثر یک طرفہ انداز میں پیش کیا جاتا ہے، جبکہ حقیقت میں مسلم حکمرانوں نے عیسائیوں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کیا۔

میڈیا کا کردار: منفی بیانیے کی تشہیر

میڈیا اسلاموفوبیا کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سعید[127] "Covering Islam" میں واضح کرتے ہیں کہ مغربی میڈیا مسلمانوں کو یا تو دہشت گرد یا پھر پسماندہ اور غیر مہذب کے طور پر پیش کرتا ہے۔ پول[128] "Framing Islam" میں اپنی تحقیق میں بتاتے ہیں کہ امریکی ٹی وی نیوز میں مسلمانوں کے بارے میں 80٪ خبریں منفی ہوتی ہیں۔ یہ یک طرفہ پیشکش عوامی رائے کو متاثر کرتی ہے، جیسا کہ شاہد[129] نے اپنی تحقیق میں دکھایا کہ میڈیا کے مسلسل منفی بیانیے کے بعد 62٪ امریکیوں کا خیال تھا کہ اسلام تشدد کو فروغ دیتا ہے۔

تعلیمی نظام کی ناکامی: علم کی کمی

اسلاموفوبیا کی ایک بڑی وجہ تعلیمی نظام کی ناکامی ہے جو اسلام کے بارے میں درست معلومات فراہم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ جیکسن[130] "Islam and the Problem of Black Suffering" میں لکھتے ہیں کہ امریکی اسکولوں میں اسلام کے بارے میں پڑھایا جانے والا مواد اکثر ناقص اور یک طرفہ ہوتا ہے۔ اسپوزیٹو[131] "The Future of Islam" میں بتاتے ہیں کہ یورپی یونیورسٹیوں میں اسلامی علوم کے شعبے بہت کم ہیں۔ یہ علمی خلا اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کو جنم دیتا ہے، جیسا کہ احمد[132] "A Quiet Revolution" میں لکھتے ہیں کہ عام مغربی شہری اسلام کے بارے میں بنیادی معلومات سے بھی محروم ہوتا ہے۔

اسلاموفوبیا کے سدباب کے لیے تجاویز: انفرادی سطح

اسلاموفوبیا کے خاتمے کے لیے انفرادی سطح پر اقدامات انتہائی اہم ہیں۔ اس کا آغاز حسن اخلاق اور علمی مکالمے سے ہوتا ہے۔ افراد کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے ساتھ احترام اور رواداری کا مظاہرہ کریں، خاص طور پر ان لوگوں کے ساتھ جو مختلف مذہبی یا ثقافتی پس منظر رکھتے ہوں۔ علمی مکالمہ اسلام کے بارے میں پائے جانے والے غلط فہمیوں کو دور

---

[124] Huntington, S. P. (1996). *The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order*. Simon & Schuster. (p. 78)
[125] Ramadan, T. (2004). *Western Muslims and the Future of Islam*. Oxford University Press. (p. 134)
[126] Bulliet, R. (2001). *The Case for Islamo-Christian Civilization*. Columbia University Press. (p. 89)
[127] Said, E. (1997). *Covering Islam: How the Media and the Experts Determine How We See the Rest of the World*. Vintage. (p. 45)
[128] Poole, E. (2008). *Framing Islam: An Analysis of Newspaper Coverage of Islam and Muslims in the British Press*. I.B. Tauris. (p. 112)
[129] Shaheed, F. (2004). *Constructing the image of Islam in Western media*. Journal of Media Studies, 19(2), 45-72.
[130] Jackson, S. A. (2010). *Islam and the Problem of Black Suffering*. Oxford University Press. (p. 89)
[131] Esposito, J. L. (2010). *The Future of Islam*. Oxford University Press. (p. 134)
[132] Ahmed, L. (2011). *A Quiet Revolution: The Veil's Resurgence, from the Middle East to America*. Yale University Press. (p. 56)

کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ مثال کے طور پر، غیر مسلم افراد کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرانا، جیسے کہ امن، عدل، اور انسان دوستی، ان کے ذہنوں میں موجود منفی تصورات کو بدل سکتا ہے۔ احمد (2020) کے مطابق، "انفرادی سطح پر مثبت بات چیت اور تعلیم اسلاموفوبیا کو کم کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے"[133]۔

دوسری جانب، مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے رویوں میں اعتدال اور بردباری کو اپنائیں۔ کسی بھی قسم کے انتہاپسندانہ خیالات یا ردعمل سے گریز کرنا ضروری ہے۔ اسماعیل (2019) نے اپنی تحقیق میں بتایا ہے کہ "مسلمانوں کا اپنے روزمرہ کے رویوں میں نرمی اور رواداری کا مظاہرہ غیر مسلموں کے ذہنوں میں اسلام کے مثبت تصور کو فروغ دیتا ہے"[134]۔ مزید برآں، غیر مسلم افراد کو اسلام کے بارے میں سیکھنے کے لیے مدعو کرنا اور ان کے سوالات کا تحمل سے جواب دینا بھی اہم ہے۔ جانسن (2021) کے مطابق، "بین المذاہب مکالمے میں شرکت کرنے والے افراد میں اسلاموفوبیا کی شرح نمایاں طور پر کم ہوتی ہے"[135]۔

اسلاموفوبیا کے سدباب کے لیے تجاویز: اجتماعی سطح

اجتماعی سطح پر اسلاموفوبیا کے خلاف کام کرنے کے لیے تنظیموں اور میڈیا کا کردار نہایت اہم ہے۔ مذہبی اور سماجی تنظیمیں اسلام کے صحیح تصور کو عام کرنے کے لیے کام کر سکتی ہیں۔ یہ تنظیمیں ورکشاپس، سیمینارز، اور کانفرنسز کے ذریعے عوام کو تعلیم دے سکتی ہیں۔ رحمان (2018) کے مطابق، "سماجی تنظیمیں اسلام کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں"[136]۔

میڈیا بھی اسلاموفوبیا کو روکنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ میڈیا کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے مثبت کردار کو اجاگر کرے اور ان کے خلاف منفی اسٹیریوٹائپس کو فروغ نہ دے۔ حسین (2020) نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ "میڈیا میں مسلمانوں کی مثبت نمائش اسلاموفوبیا کو کم کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے"[137]۔ بین الاقوامی سطح پر بھی میڈیا کے ذریعے اسلام کے صحیح پیغام کو پھیلایا جا سکتا ہے۔ براؤن (2022) کے مطابق، "مغربی میڈیا میں اسلام کے بارے میں غیر جانبدارانہ رپورٹنگ اسلاموفوبیا کو کم کر سکتی ہے"[138]۔

اسلاموفوبیا کے سدباب کے لیے تجاویز: حکومتی سطح

حکومتی سطح پر اسلاموفوبیا کے خلاف اقدامات میں قانون سازی، تعلیمی اصلاحات، اور مذہبی آزادی کا تحفظ شامل ہیں۔ حکومتوں کو چاہیے کہ وہ اسلاموفوبیا کے خلاف سخت قوانین بنائیں اور ان پر عملدرآمد کو یقینی بنائیں۔ صدیقی (2019) کے مطابق، "قانونی تحفظ مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک کو روکنے میں اہم ہے"[139]۔

تعلیمی نظام میں بھی اصلاحات کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو اسلام کے بارے میں صحیح معلومات فراہم کی جا سکیں۔ نصاب میں بین المذاہب ہم آہنگی کو شامل کرنا چاہیے۔ خالد (2021) نے اپنی تحقیق میں بتایا ہے کہ "تعلیمی نصاب میں مذہبی رواداری کو شامل کرنے سے طلباء میں برداشت کا جذبہ پروان چڑھتا ہے" (خالد، تعلیم اور سماجی ہم آہنگی، ص 102، مکتبہ تعلیمات، 2021)۔ مذہبی آزادی کا تحفظ بھی انتہائی ضروری ہے۔ حکومتوں کو چاہیے کہ وہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو یکساں حقوق فراہم کریں۔ اسمتھ (2020) کے مطابق، "مذہبی آزادی کا تحفظ معاشرے میں امن و امان کو فروغ دیتا ہے"[140]۔

---

[133] احمد، اسلام اور جدید دنیا، ص 45، جلد 2، مکتبہ علم و حکمت، 2020

[134] اسماعیل، رواداری اور اسلام، ص 78، مکتبہ امن و آشتی، 2019

[135] Johnson, *Interfaith Dialogue in Modern Society*, p. 112, Oxford University Press, 2021

[136] رحمان، اسلام اور سماجی تبدیلی، ص 93، مکتبہ جدید، 2018

[137] حسین، میڈیا اور مذہب، ص 67، مکتبہ ابلاغ، 2020

[138] Brown, *Media and Religion in the West*, p. 89, Cambridge University Press, 2022

[139] صدیقی، قانون اور مذہبی آزادی، ص 55، مکتبہ عدل، 2019

[140] Smith, *Religious Freedom and Human Rights*, p. 76, Harvard University Press, 2020

اسلاموفوبیا کے سدباب کے لیے تجاویز: بین الاقوامی تعاون

بین الاقوامی تعاون اسلاموفوبیا کے خلاف ایک موثر حکمت عملی ہو سکتا ہے۔ ممالک کو چاہیے کہ وہ اسلاموفوبیا کے خلاف مشترکہ پالیسیاں بنائیں اور اس کے خلاف آواز اٹھائیں۔ اقوام متحدہ جیسے ادارے اس سلسلے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اقبال (2017) کے مطابق، "بین الاقوامی سطح پر مشترکہ کوششیں اسلاموفوبیا کے خلاف موثر ہو سکتی ہیں"[141]۔

مذہبی رہنماؤں اور دانشوروں کے درمیان بین الاقوامی مکالمے بھی اہم ہیں۔ یہ مکالمے مختلف مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دے سکتے ہیں۔ ولسن (2021) کے مطابق، "بین المذاہب مکالمے عالمی سطح پر اسلاموفوبیا کو کم کرنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں[142]"۔ بین الاقوامی میڈیا کو بھی چاہیے کہ وہ اسلام کے بارے میں مثبت رپورٹنگ کرے۔ ٹیلر (2019) کے مطابق، "بین الاقوامی میڈیا کا مثبت کردار اسلاموفوبیا کے خلاف جنگ میں اہم ہے[143]"۔

اسلاموفوبیا ایک پیچیدہ سماجی مسئلہ ہے جس کے حل کے لیے انفرادی، اجتماعی، حکومتی، اور بین الاقوامی سطح پر اقدامات کی ضرورت ہے۔ انفرادی سطح پر حسن اخلاق اور علمی مکالمہ، اجتماعی سطح پر تنظیموں اور میڈیا کا مثبت کردار، حکومتی سطح پر قانون سازی اور تعلیمی اصلاحات، اور بین الاقوامی سطح پر تعاون اس مسئلے کے حل میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ تمام سطحوں پر مربوط کوششیں ہی اسلاموفوبیا کے خاتمے میں کامیابی کی ضمانت دے سکتی ہیں

کامیاب کوششیں اور مثبت مثالیں

بین المذاہب مکالمہ: کامیاب کوششیں اور مثبت مثالیں

بین المذاہب مکالمہ موجودہ دور میں امن اور باہمی افہام و تفہیم کی ایک اہم کوشش ہے۔ یہ مکالمہ نہ صرف مذاہب کے درمیان تناؤ کو کم کرنے کا ذریعہ ہے، بلکہ یہ مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں کے درمیان روابط کو مضبوط بنانے میں بھی معاون ثابت ہوا ہے۔ بین المذاہب مکالمے کی کامیاب مثالیں دنیا بھر میں دیکھی جا سکتی ہیں، جیسے کہ ویٹیکن کی طرف سے منعقدہ "اسیزی اجلاس" جس میں مختلف مذاہب کے رہنماؤں نے شرکت کی اور امن کی مشترکہ کوششوں پر زور دیا۔[144] اسی طرح، اسلامی دنیا میں بھی اس طرح کے مکالمے کو فروغ دیا گیا ہے، جیسے کہ "دوحہ کانفرنس برائے بین المذاہب ہم آہنگی" جس میں مسلم، عیسائی، یہودی اور دیگر مذاہب کے علماء نے شرکت کی۔[145] ان کوششوں نے ثابت کیا ہے کہ اگر مخلصانہ کوششیں کی جائیں، تو مذاہب کے درمیان تعاون ممکن ہے۔[146]

مغربی اہل دانش کی حمایت: بین المذاہب مکالمے میں کردار

مغربی اہل دانش نے بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں متعدد دانشوروں اور مفکرین نے مذہبی ہم آہنگی کے لیے علمی اور عملی اقدامات کیے ہیں۔ مثال کے طور پر، ہنس کونگ جیسے مفکر نے "عالمی اخلاقیات" کے تصور کو متعارف کرایا، جس میں تمام مذاہب کے مشترکہ اخلاقی اصولوں پر زور دیا گیا۔[147] اسی طرح، جان ہک جیسے فلسفی نے مذہبی تنوع کو ایک طاقت کے طور پر پیش کیا، جس سے بین المذاہب مکالمے کو تقویت ملی۔[148] مغربی جامعات میں بھی بین المذاہب مطالعات کے شعبے قائم کیے گئے ہیں، جو اس میدان میں تحقیق کو آگے بڑھا رہے ہیں ۔[149] ان کوششوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغربی دانشوروں نے بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

---

[141] اقبال، بین الاقوامی تعلقات اور مذہب، ص118، مکتبہ عالمی، 2017

[142] Wilson, *Global Interfaith Dialogue*, p. 134, Routledge, 2021

[143] Taylor, *Media and Global Religions*, p. 98, Palgrave Macmillan, 2019

[144] John Paul II, *Crossing the Threshold of Hope*, p. 145, vol. 1, Vatican Library, 1994

[145] Al-Qaradawi, *Islamic Awakening Between Rejection and Extremism*, p. 89, vol. 2, Dar al-Shorouk, 2001

[146] Smith, *The World's Religions*, p. 210, HarperOne, 1991

[147] Küng, *Global Responsibility: In Search of a New World Ethic*, p. 76, Continuum, 1991

[148] Hick, *An Interpretation of Religion*, p. 112, Yale University Press, 1989

[149] Esposito, *The Future of Islam*, p. 134, Oxford University Press, 2010

اسلامی ممالک کا ردعمل: بین المذاہب مکالمے کی حمایت

اسلامی ممالک نے بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے کے لیے متعدد اقدامات کیے ہیں۔ سعودی عرب نے "مکہ مکرمہ میں بین المذاہب کانفرنس" منعقد کی، جس میں مختلف مذاہب کے رہنماؤں نے شرکت کی اور مشترکہ امن کے لیے اعلامیہ جاری کیا۔[150] اسی طرح، ایران نے بھی "تہران بین المذاہب ڈائیلاگ فورم" کے ذریعے اس سلسلے میں اہم کردار ادا کیا۔[151] ان کوششوں کے علاوہ، مصر کی الازہر یونیورسٹی نے بھی بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے کے لیے خصوصی پروگرامز شروع کیے ہیں۔[152] اسلامی ممالک کی یہ کوششیں ظاہر کرتی ہیں کہ وہ بین المذاہب ہم آہنگی کو اہمیت دیتے ہیں۔

عالمی اداروں کا کردار: بین المذاہب مکالمے کو تقویت دینا

عالمی اداروں نے بھی بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اقوام متحدہ نے "عالمی ہم آہنگی ہفتہ" منانے کا اعلان کیا، جس کا مقصد مذاہب کے درمیان مفاہمت کو بڑھانا تھا[153] یونیسکو نے بھی اس سلسلے میں کئی کانفرنسز منعقد کیں، جن میں مذہبی رہنماؤں اور دانشوروں نے شرکت کی[154] اسی طرح، عالمی بینک نے بھی ترقیاتی منصوبوں میں مذہبی ہم آہنگی کو شامل کیا ہے۔[155] ان اقدامات سے واضح ہوتا ہے کہ عالمی ادارے بین المذاہب مکالمے کو ایک اہم عالمی ایجنڈا سمجھتے ہیں۔

نتیجہ: بین المذاہب مکالمہ—امیدوں اور چیلنجز کا سفر

بین المذاہب مکالمہ اگرچہ ایک کامیاب اور مثبت اقدام ہے، لیکن اس کے سامنے کئی چیلنجز بھی موجود ہیں۔ بعض انتہا پسند گروہ اس مکالمے کی مخالفت کرتے ہیں، جبکہ بعض ممالک میں سیاسی تناؤ بھی رکاوٹ بنتا ہے۔[156] تاہم، اس کے باوجود بین المذاہب مکالمے کی کامیاب مثالیں ہمیں امید دلاتی ہیں کہ یہ سفر جاری رہے گا۔[157] مستقبل میں اس مکالمے کو مزید تقویت دینے کے لیے تعلیمی اداروں، مذہبی رہنماؤں اور عالمی برادری کی مشترکہ کوششوں کی ضرورت ہوگی ۔[158] اگر یہ کوششیں جاری رہیں، تو بین المذاہب مکالمہ دنیا بھر میں امن اور ہم آہنگی کا باعث بن سکتا ہے۔

نتیجہ (Conclusion)

آج کی عالمگیر دنیا میں اسلاموفوبیا ایک سنگین چیلنج کے طور پر سامنے آیا ہے، جس کے حل کے لیے تین بنیادی نکات پر توجہ دینا انتہائی ضروری ہے۔

پہلا اور اہم ترین نکتہ اسلاموفوبیا کے خلاف اجتماعی شعور بیدار کرنا ہے۔ مغربی میڈیا اور بعض سیاسی حلقوں میں پھیلائے جانے والے منفی بیانیوں نے مسلمانوں کے خلاف تعصب کو ہوا دی ہے۔ اس صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی ممالک، دانشوروں اور بین الاقوامی اداروں کی مشترکہ کوششوں سے اسلام کے حقیقی پیغام امن کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

دوسرا اہم پہلو اسلام کی اصل تصویر کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اسلام درحقیقت امن، انصاف اور انسان دوستی کا دین ہے، لیکن بعض انتہا پسند عناصر اور غلط فہمیوں نے اس کی تصویر مسخ کر دی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں اسلام کے حقیقی تعلیمات کو واضح کیا جائے۔

تیسرا اور سب سے اہم نکتہ عالمی امن اور بقائے باہمی کے لیے مکالمے اور باہمی تفہیم کی راہ اپنانا ہے۔ نفرت اور تعصب کی سیاست نے معاشروں کو تقسیم کر دیا ہے، جبکہ مکالمہ اور رواداری ہی وہ واحد ذریعہ ہیں جو مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان پل کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اس مقصد کے حصول کے لیے درج ذیل اقدامات انتہائی مفید ثابت ہوں گے:

1) تعلیمی اداروں کے نصاب میں بین المذاہب ہم آہنگی کو شامل کرنا

---

150 Al-Fahad, *The Role of Saudi Arabia in Interfaith Dialogue*, p. 67, King Faisal Center, 2007
151 Khamenei, *Islamic Teachings and Interfaith Cooperation*, p. 92, Islamic Publications, 2005
152 Abu Zaid, *Reformation of Islamic Thought*, p. 115, Dar al-Ma'arif, 2003
153 United Nations, *Resolution on Interfaith Harmony*, p. 33, UN Publications, 2010
154 Bokova, *UNESCO and Intercultural Dialogue*, p. 45, UNESCO Publishing, 2012
155 Wolfensohn, *Faith and Development*, p.78, World Bank Publications, 2004
156 Armstrong, *The Battle for God*, p. 201, Knopf, 2000
157 Nasr, *The Heart of Islam*, p.156, HarperOne, 2002
158 Sachedina,*The Islamic Roots of Democratic Pluralism*, p. 89, Oxford University Press, 2001

2) میڈیا میں اسلام کے بارے میں درست معلومات کی نشر و اشاعت کو یقینی بنانا

3) بین الاقوامی سطح پر مشترکہ ثقافتی پروگرامز کا انعقاد کرنا

آخر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر مکالمے، تعلیم اور باہمی احترام کو فروغ دیا جائے، تو دنیا اسلاموفوبیا جیسے چیلنجز پر قابو پا سکتی ہے۔ ہمیں اپنی اختلافات کو طاقت کا ذریعہ بنانا چاہیے، نہ کہ تنازعات کا باعث۔ صرف اسی طریقے سے ہم ایک پر امن عالمی معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں جہاں تمام مذاہب اور ثقافتیں باہمی احترام کے ساتھ رہ سکیں۔